دار الافتاء اہلسنت

سات سال پہلے گری پڑی چیز ملی اور تشہیر (اعلان وغیرہ) کرنے سے پہلے ہی صدقہ کردی، تو کیا حکم ہے؟

1

تاریخ: 27-7-2020

ریفرنس نمبر: Uk 71

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید ریلوے میں جاب کرتا ہے، آج سے سات سال پہلے اس طرح واقعہ پیش آیا کہ زید رات دو بجے کے قریب گھر آنے لگا، تو اسٹیشن پر کسی کا بیگ (سوٹ کیس) ملا۔ اس وقت وہاں نہ تو اسٹاف موجود تھا، نہ ہی کوئی اور شخص موجود تھا، تو مالک کو پہنچانے کی نیت سے اٹھانے کی بجائے اس نے اپنے لیے اٹھالیا۔ گھر آکر دیکھا، تو اس میں کپڑے تھے، جن کی مالیت اس وقت کے حساب سے بیگ سمیت تقریباً بارہ ہزار روپے ہو گی۔ بیگ کی نہ تو تشہیر کی اور نہ ہی مالک کو تلاش کیا اور چند دن بعد سارا سامان بغیر تشہیر کیے فقراء میں تقسیم کر دیا۔ اب چونکہ مالک کا ملنا ایک طرح سے ناممکن ہے، لہذا اب اس کے لیے کیا حکم ہے؟ تشہیر کی جائے اور اس کے بعد اس سامان کے برابر مالیت دوبارہ صدقہ کی جائے؟ یا کیا کیا جائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں بیان کردہ صورت کے مطابق زید پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے، کیونکہ ایک تو اس نے لقطہ (گرا پڑا مال) اپنے لیے اٹھایا اور یہ شرعاً جائز نہ تھا اور دوسرا یہ کہ اس نے مالک کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کی، حالانکہ اس صورت میں یہ اس کی شرعاً ذمہ داری تھی کہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے مالک تک چیز پہنچاتا۔ بہر حال چونکہ اب اتنے عرصے یعنی سات سال بعد مالک کے ملنے کی امید نہیں اس لیے اب تشہیر و اعلان کا حکم نہیں، یونہی جب زید وہ بیگ صدقہ کر چکا، تو اب مزید کوئی مال صدقہ کرنے کا حکم بھی نہیں، البتہ زید کو چاہیے کہ وہ یہ نیت رکھے کہ اگر کبھی بھی بیگ کا مالک ملا اور وہ اس صدقہ پر راضی نہ ہوا، تو میں اسے اس

کا تاوان ادا کر کے یا معافی مانگ کر اسے راضی کروں گا۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ گرا پڑا مال مالک تک پہنچانے کی نیت سے اٹھانا تو جائز ہوتا ہے، لیکن اپنے لیے اٹھالینا شرعاً گناہ ہے اور یہ غصب کے حکم میں ہوتا ہے۔ پھر اگر کسی نے اپنے لیے مال اٹھالیا ہو، تو اب واپس وہاں رکھ دینے سے وہ بری نہیں ہوتا، بلکہ اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ چیز مالک تک پہنچائے یعنی مالک کو تلاش کرنا اور اس تک چیز پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرنا اس کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

پھر مکمل کوشش کے بعد بھی جب مالک نہ ملے اور ملنے کی امید بھی نہ رہے، تو اب اخروی نجات کی صورت شریعت نے یہ بیان کی ہے کہ وہ چیز اصل مالک کی طرف سے صدقہ کر دے۔ یہاں مالک کی طرف سے صدقہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ صدقے کا ثواب فی الحال مالک کو مل جائے گا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ثواب اللہ عزوجل کے پاس ذخیرہ ہو جائے گا اور امید ہے کہ اللہ عزوجل کل قیامت والے دن اس ثواب کے بدلے اصل مالک کو راضی فرما دے گا۔ لہذا جب وہ ایسا کر دے گا، اس شخص پر آخرت میں کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔ البتہ اس کو یہ نیت رکھنی ہوگی کہ مالک اگر دنیا میں مل گیا اور صدقہ پر راضی نہ ہوا، تو وہ اسے تاوان ادا کر کے راضی کرے گا۔

لقطہ اپنے لیے اٹھانے سے متعلق در مختار میں ہے: "وفی البدائع: وان اخذھا لنفسہ حرم لانھا کالغصب" ترجمہ: اور بدائع الصنائع میں ہے کہ اگر (گری پڑی چیز کو) اپنے لیے اٹھایا، تو حرام ہے، کیونکہ یہ غصب کی طرح ہے۔

مزید اس سے متعلق رد المحتار میں ہے: "ان اخذھا لنفسہ لم یبرا من ضمانھا الا بردھا الی صاحبھا کما فی الکافی" ترجمہ: اگر اسے اپنے لیے اٹھایا، تو اس کے تاوان سے بری نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ اس کے مالک کو واپس کرے جیسا کہ کافی میں ہے۔

(در مختار مع رد المحتار، کتاب اللقطۃ، جلد 4، صفحہ 276، دار الفکر، بیروت)

درمختار میں ہے: " (علیه دیون ومظالم جهل أربابها وأیس) من علیه ذلک (من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله وإن استغرقت جمیع ماله) هذا مذهب أصحابنا لا نعلم بینهم خلافا کمن في یده عروض لا یعلم مستحقیها اعتبارا للدیون بالأعیان (و) متی فعل ذلک (سقط عنه المطالبة) من أصحاب الدیون (في العقبی) مجتبی. "ترجمہ: کسی پر دوسروں کے قرضے اور ظلماً لیے ہوئے مال لازم ہیں، لیکن ان کے مالکوں کا پتا نہیں اور اسے مالکوں کے ملنے کی امید بھی نہیں رہی، تو اب اس پر اتنی مقدار میں اپنے مال میں سے صدقہ کرنا لازم ہے، اگرچہ وہ اس کے تمام مال سے زیادہ مقدار بن جائے۔ یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔ ہم اپنے اصحاب کے مابین اس چیز میں کوئی اختلاف نہیں جانتے اور یہ اس شخص کی طرح ہے کہ جس کے قبضے میں کوئی ایسا سامان ہے، جس کے مستحقین کا علم نہیں (اور اسے وہ سامان بعینہ صدقہ کرنے کا حکم ہوتا ہے لہذا) دیون کو اعیان پر قیاس کرتے ہوئے (دیون میں بھی یہی حکم ہے) اور جب اس نے یہ کام کر لیا، تو اب آخرت میں قرضوں کے مالکین کی طرف سے اس شخص پر کوئی مطالبہ نہ رہے گا، مجتبی۔ (درمختار، کتاب اللقطۃ، جلد4، صفحہ283، دار الفکر، بیروت)

صدقہ کرنے کا حکم اسی وقت ہے، جب اصل مالک کا یا اس کے ورثاء کا علم نہ ہو اور نہ ہی ان کے ملنے کی امید ہو، ورنہ اگر ان کا علم ہے یا ملنے کی امید ہے، تو پھر صدقہ کرنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ طحطاوی علی الدر میں ہے: " اما اذا علمهم فلا یبرا دنیا واخری الا بالدفع الیهم وعلم ورثتهم کعلمهم....... اما اذا کان یرجو المعرفة فلا یتصدق "ترجمہ: بہر حال اگر اسے مالکین کا علم ہے، تو اب یہ شخص دنیا اور آخرت میں بری نہیں ہو سکتا، مگر یہ کہ مال ان کے مالکوں تک پہنچا دے اور ورثاء کا علم ہونا ایسا ہی ہے، جیسے اصل مالکوں کا علم ہے۔ بہر حال اگر مالک ملنے کی امید ہے تو اب یہ شخص مال کو صدقہ نہیں کر سکتا۔

صدقہ کرنے سے اصل مالک کو ثواب ملے گا یا نہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طحطاوی مزید لکھتے ہیں: " ولیس المراد انه یتصدق لیکون ثوابها لاربابها لعدم الاذن منهم بالصدقة وانما هو ذخیرة عند الله تعالی عسی الله ان یرضی خصماء بذلک "ترجمہ: اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ اس

لیے صدقہ کر رہا ہے کہ یہ ثواب مالکین کو ملے گا، کیونکہ ان کی طرف سے تو صدقہ کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے (لہٰذا فی الحال انہیں ثواب نہیں ملے گا، بلکہ یہ صدقہ اس طور پر ہے کہ) یہ ثواب اللہ عزوجل کے پاس ذخیرہ ہو جائے گا اور امید ہے کہ اللہ عزوجل (قیامت کے دن) اس ثواب کے بدلے مخالف فریق کو راضی فرمادے گا۔ (طحطاوی علی الدر، کتاب اللقطۃ، ج2، ص504، کوئٹہ)

کسی کا مال اپنے ذمے لازم ہو جائے، تو مالک کو تلاش کر کے اس تک پہنچانا بھی شرعی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے گاڑی پر سفر کیا، لیکن کرایہ نہ دیا او رگھر چلا گیا، تو اب اسے کیا کرنا چاہیے ؟اس کے متعلق امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے جواب دیا: "اسٹیشن پر جانے والی گاڑیاں اگر کوئی مانع قوی نہ ہو، تو ہر گاڑی کہ آمدورفت پر ضرور آتی جاتی ہیں۔ اگر زید اسٹیشن پر تلاش کرتا، ملنا آسان تھا، اب بھی خود یا بذریعہ کسی متدیّن معتمد کے تلاش کرائے، اگر ملے دے دیئے جائیں، ورنہ جب یاس و نا اُمیدی ہو جائے اس کی طرف سے تصدّق کر دے، اگر پھر کبھی وہ ملے اور اس تصدّق پر راضی نہ ہو، تو اسے اپنے پاس سے دے۔"
(فتاوی رضویہ، جلد25، صفحہ55، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ جب زید نے مالک کی تلاش سے پہلے ہی مال صدقہ کر دیا، تو اب کیا زید پر اس مال کا تاوان یا قیمت دوبارہ صدقہ کرنی ہو گی یا نہیں ؟ کیونکہ جب اس نے مال صدقہ کیا اس وقت تو اسے صدقہ کرنے کی شرعاً اجازت ہی نہ تھی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب زید پر مزید کوئی مال وغیرہ صدقہ کرنا لازم نہیں، کیونکہ اگرچہ اس وقت اسے صدقہ کرنے کی (شرعاً) اجازت نہ تھی، لیکن بہر حال مالک نہ ملنے کی صورت میں اس مال کا مصرف یہی تھا کہ صدقہ کر دیا جائے یعنی کسی شرعی فقیر کو دے دیا جائے، تو چونکہ زید پہلے ہی اس فعل پر عمل کر چکا اور مال کو اس کے مصرف تک پہنچا چکا، اس لیے اب مزید اس پر کچھ تاوان وغیرہ لازم نہیں۔

اوپر مذکور در مختار کی عبارت "سقط عنه المطالبة " کے تحت علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: "کانه واللہ تعالی اعلم لانه بمنزلة المال الضائع والفقراء مصرفه عند جهل اربابه وقد علم اللہ تعالی صدق نيته في قضاء ما عليه وايده ظاهرا بالدفع الى الفقراء "ترجمہ: (یہ مطالبہ اس لیے ساقط ہو گا کہ) گویا کہ واللہ تعالی اعلم، کیونکہ یہ اس مال کے قائم مقام ہے کہ جس کا مالک معلوم نہیں اور کسی مال کا مالک معلوم نہ ہو تو اس کا مصرف فقراء ہوتے ہیں اور اللہ تعالی اپنے بندے کی صدق نیت کو جانتا ہے کہ یہ بندہ اپنے اوپر آنے والا دین ادا کرنا چاہتا ہے اور اس نے مال فقیر کو دے کر اپنی نیت کی تائید بھی کی ہے (تو امید ہے اللہ تعالی اس سے مؤاخذہ نہیں فرمائے گا)۔ (طحطاوی علی الدر، کتاب اللقطة، جلد2، صفحہ504، مطبوعہ کوئٹہ)

اس کی نظیر امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا ایک فتوی بھی ہے کہ ایک رنڈی نے توبہ کی اور اپنا حرام مال اپنی ماں بہن وغیرہ کو دے دیا اور کہا مجھے یہ درکار نہیں، میں نے تمہیں چھوڑا، تو اس کے متعلق امام اہل سنت سے سوال ہوا، جس پر آپ نے اولا ثابت فرمایا کہ یہ مال غصب کے حکم میں ہے اور اب چونکہ اصل مالکان کا علم نہیں اس لیے تصدق کا ہی حکم تھا اور اس کی ماں، بہن وغیرہ تصدق کا محل ہیں۔ پھر فرمایا: "پس اگر اس عورت نے وہ مال اُنہیں دے ڈالا تھا اور اُنہوں نے قبضہ کر لیا جب تو ظاہر ہے کہ صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا، اُس کی ماں بہنیں اُس کی مالک ہو گئیں اور وہ مال اُن کے لیے طیب ہو گیا........ اور اگر دے ڈالنا نہ تھا، بلکہ صرف آپ اُس ناپاک مال سے بے علاقہ ہونا منظور تھا اور "تم کو چھوڑا" کے یہ معنی تھے کہ تم ہنوز اسی ناپاک پیشے میں ہو تم جانو اور یہ ناپاک مال مجھے اس سے تعلق نہیں اس صورت میں بھی، جبکہ انہوں نے قبضہ کر لیا، تو ایک مال ضائعہ حق فقراء تھا جس پر فقراء کا قبضہ ہو گیا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد23، صفحہ549، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

محمد ساجد عطاری

05ذوالحجۃ الحرام 1441ھ/27جولائی 2020ء

الجواب صحیح

مفتی محمد قاسم عطاری

نوٹ: دارالافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دارالافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net کے ذریعے کی جاسکتی ہے